تصانیف اقبال کے عربی تراجم[1]

(ایک سرسری جائزہ)

عبدالرحمن طاہر سورتی

علامہ اقبال کو دین اسلام کی سر بلندی کی فکر اس لئے تھی کہ یہی دین انسانیت کے ارتقاء کا ضامن ہے۔ انسان کے غور و فکر اور علوم و فنون میں حصہ لینے ، قوانین فطرت معلوم کر کے ان سے استفادہ کرنے کو اسلام عبادت کہتا ہے۔ اس دین میں جہاد کا مقصود عدل و انصاف قائم کر کے انسانوں کو فلاح و بہبود سے ہمکنار کرنا ہے۔ علامہ اقبال کی تمنا تھی کہ دین کی اس بنیادی فکر کو دنیا بھر کے انسانوں میں عام کر دیں۔

الٰہی آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

کسی فکر کے عام کرنے میں زبان اور اس زبان کے بولنے والوں کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ جس طرح ایک کمزور سواری وزنی بار کی متحمل نہیں ہو سکتی اسی طرح ایک نومولود و بے مایہ زبان ، نازک و پرعظمت افکار کے اظہار میں کوتاہ رہتی ہے۔ شاید اسی قوت بیان کی وجہ سے دین کے آخری پیغام کے لئے عربی زبان کو منتخب کیا گیا۔ پھر ''ع رب'' جو عربی کا مادہ ہے اس کے بنیادی معنے ہیں۔ ''کھول کر پوری وضاحت سے بات کو بیان کرنا'' اور ''عربی'' کے معنی ہیں کھول کر وضاحت و فصاحت سے بیان کرنے والا۔ اردو کے مقابلہ میں فارسی نے بہت پہلے عربی سے استفادہ کیا تھا لہذا اس میں دینی عظمتوں کے اظہار کے لئے بڑی صلاحیتیں موجود ہیں۔ پھر

---

(۱) ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے منعقدہ یوم اقبال کی تقریب میں پڑھا گیا جو نومبر ۱۹۷۴ء میں ہوئی تھی۔

عرب اور هندوستان وغیره میں ایسے علماء بکثرت هیں جو فارسی زبان سےواقف هیں اور فارسی زبان میں بیان کئے جانے والے افکار کو عربی زبان میں منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتے هیں - یہی وجه هے که علامه اقبال نے اردو سے زیاده زبان فارسی کو اپنے افکار کے اظہار کا ذریعه بنایا - تاهم انهوں نے اپنے مضامین کو قرآن کا ترجمان اور اپنی سے اور لے کو حجازی هی بتایا -

علامه اقبال گو عربی میں شاعری نه کر سکے لیکن ان کی آرزو تھی جس کا اظہار انهوں نے اپنے بعض خطوط اور نجی مجالس میں بھی کیا تھا که وه اپنے اشعار کو عربی میں ترجمه هو کر عرب دنیا میں متعارف هوتے دیکھنا چاهتے هیں - اور قدرت نے ان کی یه آرزو پوری هونے کا سامان فراهم کر دیا مرحوم عبدالوهاب عزام بک نے لندن کے اورینٹل اسٹیڈیز انسٹی ٹیوٹ کی ایک علمی محفل میں شرکت کی جس میں ایک هندوستانی مسلمان نوجوان نے علامه اقبال کے فلسفه پر سرسری اور گنجلک سی تقریر کی جو علامه اقبال کی شاعری کا تعارف نه کرا سکی - یه اس تقریر پر عبد الوهاب عزام مرحوم کا تبصره هے لیکن مرحوم کے استاد سر ڈینس راس کی رائے بھی کچھ اس سے مختلف نه تھی اور انهوں نے اس لکچر کے سننے کے بعد بقول عزام بک مرحوم ، کہا تھا : انی لم أدرک منها شیئاً : میں نے اس میں سے کچھ بھی نهیں سمجھا (١) یه غالباً سنه ٣١ - ١٩٣٠ء کا واقعه هے -

بعد میں جب عبد الوهاب عزام مصر پهنچے تو ان کے ایک ترکی شاعر دوست محمد عاکف نے انهیں علامه اقبال کا دیوان ''پیام مشرق،، برائے مطالعه دیا - پھر ایک هندوستانی شاعر نے انهیں اسرار خودی و رموز بے خودی تحفة دی - ان کتابوں کے مطالعه کے بعد عبد الوهاب عزام بک مرحوم علامه اقبال اور ان کی فکر کے متعلق بہت کچھ جان گئے - وه مختلف موقعوں پر اور مختلف مجلسوں میں علامه

---

(١) مقدمه پیام مشرق عربی از عبد الوهاب عزام بک ص : ٥

اقبال کے افکار کا تعارف بھی کرانے لگے حتی کہ مصری علماء میں علامہ اقبال کے خیالات کے ترجمان تسلیم کئے جانے لگے ۔ پھر یوں ہوا کہ جب بیت المقدس میں منعقد مؤتمر اسلامی میں شرکت کے لئے علامہ اقبال مرحوم کا گزر قاہرہ سے ہوا تو وہاں جمعیہ الشبان المسلمین نے ان کے اعزاز میں جو جلسہ کیا اس میں عبد الوہاب عزام نے ہی حاضرین سے علامہ اقبال کا تعارف کرایا ۔ اس موقع پر انہوں نے علامہ اقبال کے یہ فارسی اشعار بھی سنائے :-

ایکہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق
نہ خورد بادہ کس از کارگہ شیشہ گراں

خرد افروز مرا درس حکیمان فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں

برکش این نغمہ کہ سرمایہٴ آب و گل تست
ای ز خودرفتہ ، تہی شو ز نوائے دگراں

مرحوم عبد الوہاب عزام بک کا خیال ہے کہ یہ دنیائے عرب میں علامہ اقبال کی سب سے پہلے سنائی جانے والی شاعری ہے ۔ اس کے بعد عبدالوہاب عزام بک نے ''پیام مشرق،، اور ''اسرار خودی و رموز بے خودی،، (مطبوعہ سنہ ۱۹۵۵ع) نیز ''ضرب کلیم،، (مطبوعہ سنہ ۱۹۵۲ع) کا عربی میں منظوم ترجمہ کیا ۔ اور علامہ اقبال ، ان کے حالات زندگی ، ان کی شاعری اور فلسفہ پر ایک مختصر و جامع کتاب ''محمد اقبال سیرتہ و فلسفتہ و شعرہ،، لکھی ۔

عبدالوہاب عزام بک کے بعد ایک ایک کر کے علامہ اقبال کے تقریباً جملہ دواوین کے تراجم عربی میں ہو چکے ہیں ۔ اور علامہ اقبال کے فکر و ادب پر بہت سے عربی ادیبوں ، مصنفوں اور شاعروں نے مقالات اور نظمیں لکھیں ۔ بعض ایم اے کے طلبہ اور ڈاکٹریٹ کرنے والوں نے علامہ اقبال کے متعلق مختلف امتحانی موضوعات پر عربی میں مقالات لکھے ۔

اردو شاعری کا عربی شاعری میں کامیاب ترجمہ کرنے والوں میں مصر کے نابینا شاعر محترم شیخ صاوی علی شعلان کو بڑا مقام حاصل ہے۔ وہ فارسی میں ایم اے ہونے کے ساتھ اردو سے بھی واقف ہیں۔ موصوف کچھ عرصہ کے لئے حکومت پاکستان کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تو قدیم و جدید عربی ادب پر ان کی وسعت نظر اور شعر گوئی پر ان کی قدرت سے کاملہ کا اندازہ ہوسکا۔ وہ دن بھر اقبال کی شاعری پڑھتے سمجھتے اور نابیناؤں کے لئے استعمال ہونے والی بریل مشین سے نوٹ لیتے پھر تقریباً آدھی رات ہونے پر وہ نظم کرنے کا کام شروع کرتے اور دو تین گھنٹوں میں ۴۰ سے ٦٠ تک شعر کہتے اور صبح انہیں لکھوا دیتے۔ مجھے ان کو دیکھ کر اپنا محبوب عربی شاعر ابوالعلاء المعری یاد آتا۔ معری کے حافظہ کے بارے میں جو پڑھا تھا وہ عملاً اس کی تصدیق کرتے تھے۔ صاوی شعلان صاحب کی شاعری میں شعریت و موسیقیت کے ساتھ معنویت غالب رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی میں اقبال کی نظمیں گانے کے لئے لکھوانے کے مقابلہ میں وہی اول آئے اور مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم نے شکوہ و جواب شکوہ سے انہی کے مترجمہ اشعار گائے ہیں جو عربی دنیا میں بکثرت پھیلے اور نہایت مقبول ہوئے۔

یہاں صاوی شعلان صاحب کی قوت شعری کے ساتھ ان کے شگفتہ ذوق ظرافت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ موصوف میرے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ ہمسایے میں ایک زیر تعمیر مکان کے لئے حوض بنا ہوا تھا جس میں مینڈک ٹرا رہے تھے۔ یہ آواز ان کی شبانہ خاموشی میں مخل تھی۔ صبح انہوں نے اپنے مترجمہ اشعار سنانے کے بعد مجھ سے کہا: اب لیجئے چند اشعار آپ کی خدمت میں عرض ہیں۔

أبلغ أخی السورتی معذرۃ — والعذر یقبله ذوو الود

ان الضفادع حول منز لکم — حشدت کتائبها بلا عد

كانت بباكستان نادرة فدعت أقاربها من الهند

(ترجمه) سورتی بھائی کو معذرت پیش کرتے ہوئے ، کہ دوست معذرت قبول کر لیتے ہیں، عرض ہے : آپ کے گھر کے آس پاس مینڈکوں نے بےشمار لشکر اکھٹا کر لیا ہے ۔ یہ مینڈک پاکستان میں بہت کم تھے اس لئےانہوں نے ہندوستان سے اپنے اعزہ و اقارب کو بلا لیا ہے ۔

علامہ اقبال رح نے رموز بے خودی میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلم خواتین کے لئے بطور اسوۂ کاملہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے :-

مریم از یک نسبت عیسی عزیز

از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

بعد ازاں علامہ مرحوم نے متعدد شعروں میں ''سہ نسبت'' کی شرح کی ہے ۔ صاوی شعلان صاحب نے اپنی قوت شعری کی بدولت اس ''سہ نسبت'' کو ایسے الفاظ بخشے کہ قاری کا ذہن فوراً حرکت میں آ جاتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں :

هی بنت من ، هی زوج من، هی ام من؟

من ذا يساوی فی الفخار أباها ؟

ترجمہ : وہ کس کی بیٹی ہیں ، وہ کس کی بیوی ہیں ، وہ کس کی ماں ہیں؟ مجد و شرف میں ان کے والد ماجد کی ہمسری کون کر سکتا ہے؟

لیکن جیسا کہ علماء جانتے ہیں ترجمہ بڑا دشوار کام ہے ۔ اس میں صرف ہر دو زبانوں اور متعلقہ فن کو جاننا ہی کافی نہیں ہونا بلکہ مصنف کے دماغ میں گھس کر اس کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے ۔ ترجمہ کا یہ دشوار کام انتہائی مشکل ہو جاتا ہے جب شاعری کو شاعری میں ترجمہ کرنا ہو ۔ کیونکہ شاعر اپنی جادو بیانی ، قادر الکلامی اور علمی و فکری بلندی سے اپنے تند و تیز

احساسات و جذبات کی جس قوت سے ترجمانی کرتا ہے وہ کیفیت پیدا کرنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے ۔ علامہ اقبال کے شاعر مترجمین کو اسی صورت حال کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ۔

پھر اردو و فارسی میں بہت سے عربی الفاظ مشترک ہیں لیکن ان زبانوں میں سے ہر زبان میں ان کا استعمال اور ان کے معانی اور مفاہیم جداگانہ ہیں ۔ ''عربی کا انتشار،، فارسی میں کچھ اور ، اور اردو میں کچھ اور ہی بن جاتا ہے ۔ ایک دفعہ صاوی شعلان صاحب نے ''عید محکوماں ہجوم مومنین،، کے ترجمہ میں ''ہجوم مؤمنین،، کا ترجمہ ''ہجوم المؤمنین،، کر دیا اور انہیں یہ ذہن نشین کرانے میں بڑی بحث و تکرار کرنا پڑی کہ عربی کا ''ہجوم المؤمنین،، کچھ اور ہی بن گیا ہے۔ عربی میں اس کا مطلب ہے اچانک حملہ یا یلغار، جبکہ یہاں اس کا مفہوم بے مقصد بھیڑ کا ہے ۔ تا ہم عبدالوہاب عزام مرحوم کے مقابلہ میں صاوی شعلان صاحب کے ترجمہ میں شعریت زیادہ ہے کیونکہ عزام بک مرحوم کہیں کہیں الفاظ اور ردیف و قافیہ کی پابندی بھی کرنے لگتے ہیں ۔

علامہ اقبال مرحوم کی غیر منظوم تالیفات میں سے 'The Development of Metaphysics in Persia'' ''ایران میں ماوراء الطبیعیاتی فلسفہ کا ارتقاء،، اور ''اقتصادیات،، شاید ابھی تک عربی میں ترجمہ نہیں ہوئی ہیں ۔ اول الذکر تالیف کا تذکرہ و تعارف احمد امین کرا چکے ہیں ۔ البتہ ان کی دینی فکر سے متعلق بنیادی کتاب "Reconstruction of Religious Thoughs in Islam" کا ترجمہ ''تجدید التفکیر الدینی فی الاسلام،، کے نام سے ایک مصری عالم عباس محمود صاحب نے کر دیا ہے ۔ پھر اسے دو بڑے مصری فاضلین نے نظرثانی کے بعد سنہ ١٩٥٥ع میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد البہی نے اپنی کتاب ''الفکر الاسلامی الحدیث،، میں علامہ اقبال کے مترجمہ دواوین کے ساتھ بیشتر عباس محمود صاحب کے اسی ترجمہ کے حوالے دیئے ہیں ۔

عرب دنیا میں علامہ اقبال کی فکر و شاعری کی مقبولیت پر ہمارے رفیق ادارہ ڈاکٹر ڈیطلف خالد صاحب کا وہ مقالہ خاص معلومات فراہم کرتا ہے جو انھوں نے "Iqbal's Echo in the Arab world" ''دنیائے عرب میں اقبال کی صدائے بازگشت'' سے لکھا ہے۔ موصوف نے اپنے اس مقالہ میں مصر۔ الجزائر۔ مراکش وغیرہ میں اقبالیات پر کام کرنے والوں کا نام بنام ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر خالد نے احمد امین کی کتاب ''زعماء الاصلاح فی العصرالحدیث'' میں جو سنہ ۱۹۴۸ء میں شائع ہوئی اور جس کا ترجمہ مصلحین امت کے نام سے اردو میں شائع ہو چکا ہے، مرحوم سر سید اور امیر علی کا ذکر کرنے اور علامہ اقبال کو نظر انداز کرنے پر بجا طور پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔

حال ہی میں ہمیں ''فی السماء'' کے نام سے علامہ اقبال کے دیوان جاوید نامہ کا منظوم ترجمہ ملا ہے۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے کیا ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد ہم نے منظوم ترجمہ کے متعلق جو رائے دی ہے اس کی مزید تائید ہو گئی۔ مترجم نے ''جاوید نامہ'' کا جو عربی نام رکھا ہے وہ علامہ اقبال رح کے نام کی ترجمانی نہیں کرتا۔ دراصل علامہ اقبال رح نے اس دیوان میں نئی نسل کو اپنا پیغام دے کر اسے علم و فکر کی بلندیوں پر پہنچانے کا سامان فراہم کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ غرض جس طرح ''جاوید نامہ'' کے نام سے پوری ہوتی ہے ''فی السماء'' سے نہیں ہوئی۔ جاوید دراصل نئی نسل کا رمزیہ نام ہے۔

اقبال کے تراجم عربی کا جائزہ لینا نہایت ضروری اور بڑا کام ہے۔ اس مختصر اور جلدی میں لکھے ہوئے مقالہ میں اتنی وسعت نہیں کہ علامہ اقبال کے تراجم عربی کا استیعاب کیا جائے یا ان پر تنقید کرتے ہوئے نمونے پیش کئے جائیں۔ لہذا یہ کام کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

— — — —